نیت سے انجام دینا بدعت۔

صحابہ کرام ؓ کا منہج:

[۱] حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کہتے ہیں: ''دعا میں سجع سے بچو، کیونکہ جناب نبی کریم ﷺ اور اصحاب کرام ؓ دعا میں سجع نہیں کیا کرتے تھے۔'' [بخاری کتاب الدعوات،باب ما یکرہ من السجع فی الدعاء ۱۱/۱۴۳، مسند احمد ۶/۲۱۷] وزن اور قافیے کی پابندی (میں تکلف کرنا) سجع کہلاتا ہے۔

[۲] حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کہتے ہیں: "ان رفعکم ایدیکم بدعة،مازاد رسول الله ﷺ علی هذا" یعنی الی الصدر [مسند احمد ۶۱/۳] ''تمہارا اس طرح ہاتھوں کا اٹھانا بدعت ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے سینہ مبارک سے اوپر ہاتھ نہیں اٹھائے۔'' یعنی عمومی دعاؤں میں ہاتھ سینوں تک اٹھانا سنت ہے۔ (باستثنائے دعائے استقاء)

[۳] حضرت عمارۃ بن رویبۃ ؓ نے بشر بن مروان کو دورانِ خطبہ منبر پر دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھا تو اس بدعت پر سیخ پا ہو کر یوں اپنے جذبات کا اظہار کیا: "قبح الله هاتين اليديتين، لقد رأيت رسول الله ﷺ ما يزيد علىٰ ان يقول هكذابيده" واشار باصبعه المسبحة [مسلم ۱/۲۸۷] ''اللہ تعالیٰ ان دونوں چھوٹے چھوٹے (ذلیل) ہاتھوں کا ستیاناس کرے، میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس سے زیادہ اشارہ فرماتے ہوئے نہیں دیکھا'' یہ کہتے ہوئے اپنی انگشت شہادت سے اشارہ کر کے دکھایا۔''

ملاحظہ کریں کہ ابن عباس ؓ، ابن عمر ؓ اور عمارۃ ؓ جیسے جلیل القدر اصحاب کرام ؓ ان امور کا سختی سے رد فرما رہے ہیں، جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں، یا جن میں ثابت شدہ حد سے تجاوز کیا گیا، ان امور کو بدعت قرار دیتے ہیں۔ خصوصاً عبداللہ بن عباس ؓ دعا میں سجع کے تکلف سے صرف اس لیے منع کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام ؓ سے اس کا ثبوت نہیں۔ اگرچہ دعا بذاتِ خود اہم ترین عبادت ہے۔

حضرت ابن عمر ؓ کہتے ہیں: اگرچہ رسول اللہ ﷺ سے دعا میں ہاتھ اٹھانا ثابت ہے، مگر صرف سینے تک۔ لہٰذا جو لوگ سینے سے اوپر ہاتھ اٹھاتے ہیں، وہ سنت کی مخالفت کر کے بدعت کے مرتکب ہیں۔ اور حضرت عمارۃ ؓ سنت نبوی میں ثابت شدہ حد سے تجاوز کرنے پر حکمران وقت کو سنگین الفاظ میں بددعا کر رہے ہیں۔

قسط: 1

عقیدہ تقدیر اور اس کے ثمرات

میاں انوار اللہ

تقدیر کا سلسلہ ہر دور میں موضوع سخن رہا ہے۔ عموماً لوگ افراط وتفریط کا شکار ہو گئے، ایک گروہ نے اپنے آپ کو مجبور سمجھا اور جامد ہو کر رہ گیا۔ دوسرے نے اپنے آپ کو مختار سمجھا اور شرافت و اخلاقیات کی حدود پھلانگتا گیا۔

تمدّنی زندگی میں ہر شخص کا اپنا اپنا ذوق ہے۔ اس ذوق کو ادبی رنگ دیتے وقت الفاظ جبر اور قدر کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ سوسائٹی میں عموماً تضاد کا شوق ہوتا ہے۔ لوگ یہ متضاد الفاظ لے کر اپنے اپنے حلقۂ احباب میں ان سے کھیلتے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قضا وقدر (تقدیر) اسلامی نظریات میں بہت اہمیت کی حامل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیق میں ہر چیز کو انتہائی نپے تلے انداز میں پیدا کیا۔ فرمان باری تعالی ہے: ﴿إنا كل شيء خلقناه بقدر﴾ [سورة القمر: ٤٩] ''**بلاشبہ ہم نے ہر چیز مقدار سے پیدا کیا۔**'' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مشرکین قریش آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں آئے اور آپ سے تقدیر کے بارے میں جھگڑنے لگے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ [مسلم: كتاب القدر ١٦/٢٠٥]

یہ آیت بڑے وسیع مفہوم کی حامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیق کو انتہائی نپے تلے انداز میں ڈھالا۔ مثلاً مچھلیوں کو پانی سے آکسیجن حاصل کرنے کے لئے جس قسم کے گلپھڑے درکار تھے مہیا کر دیے۔ برفانی علاقوں کے ریچھ کے لیے لمبے بال والی کھال پیدا فرمائی، جو اس کو سردی کی شدت سے تحفظ فراہم کرتی ہے۔ زمین کو سورج سے ایسے مناسب فاصلے پر رکھا کہ اگر زمین موجودہ فاصلہ کی نسبت صرف ایک فیصد دور ہوتی تو منجمد ہو کر رہ جاتی، اگر مزید پانچ فیصد قریب ہو جاتی تو تمام سمندر بھاپ بن چکے ہوتے اور زمین ایک بھٹی کا نقشہ پیش کرتی۔

پہلی آسمانی کتب میں تقدیر کا ذکر

زبور (۱۳۸۔۱۴) میں ہے: '' تیرے کام حیرت افزا ہیں، اس کا میرے جی کو بڑا یقین ہے، جبکہ میں پردے میں بنایا جاتا تھا، اور زمین کے اسفل میں منقوش ہوتا تھا۔ تو میرے جسم کی صورت تجھ سے چھپی نہ تھی، تیری آنکھوں نے میرے بے ترتیب مادّے کو دیکھا اور تیرے دفتر میں یہ سب چیزیں لکھی گئیں اور ان کے دلوں کا حال بھی

کہ کیا بنیں گی۔ جبکہ ابھی تک ان میں سے کوئی چیز بھی نہ تھی۔''

زبور کا ترانہ حمد

(۱۴۸) ''اللہ کے نام کی ستائش کریں، کہ اس نے حکم دیا، اور وہ (مخلوقات) موجود ہو گئے، اس نے ان کو پائیداری بخشی، اس نے ایک تقدیر مقرر کی، جوٹل نہیں سکتی۔''

انجیل میں بعنوان **''اللہ کی مرضی''** حضرت عیسیٰ علیہ السلام یہودیوں کی سازش قتل سے آگاہ ہونے پر فرماتے ہیں، جو اِن لوگوں کے خیال میں آپ علیہ السلام کی زندگی کی آخری رات تھی: **''میری مرضی نہیں تیری مرضی پوری ہو''**۔ (متی ۳۹۔۲۶) اور اس مرضی کا ذکر یوحنا (۳۰۔۵ اور ۳۸۔۶) اور خطوط (فلپون ۱۳۔۲) میں اور رومیوں کے باب نہم میں مفصل درج ہے۔

تورات میں حضرت آدم علیہ السلام اور شیطان، نیز ہابیل وقابیل کے قصوں میں قضا وقدر کے اشارات موجود ہیں۔

تقدیر کی قرآنی تشریح

﴿إنا كل شيء خلقناه بقدر ۞﴾ [سورة القمر: ٤٩]: ''بلاشبہ ہم نے ہر چیز کو مقدار سے پیدا کیا۔'' ﴿هو الذي خلقكم من طين ثم قضىٰ اجلاً﴾ [سورة الانعام: ٢] ''وہی تو ہے جس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا پھر (موت کیلئے) ایک مدت مقرر کی۔ قرآن میں اللہ نے ہمیں سمجھانے کے لئے دو الفاظ: قدر اور قضاء استعمال کیے ہیں۔ ''قدر'' کا معنی اندازہ اور ''قضا'' کا معنی فیصلہ ہے۔

کائنات کی پیدائش سے پہلے ہر ایک چیز سے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنے اندازے اور تقدیر سے ہر ایک کا فیصلہ فرما دیا اور وقت متعین کر دیا۔ اسی کے مطابق یہ کائنات رواں دواں ہے۔

۱۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان پڑھیے: ﴿ والشمس تجري لمستقر لها ذٰلك تقدير العزيز العليم ۞ والقمر قدرنٰه منازل حتىٰ عاد كالعرجون القديم ۞ لا الشمس ينبغي لها ان تدرك القمر و لا الليل سابق النهار و كل في فلك يسبحون ۞﴾ [سورة يٰسين: ٣٨۔ ٤٠] ''اور سورج اپنی مقرر گزرگاہوں پر چل رہا ہے، یہی زبردست علیم ہستی کا مقرر کردہ اندازہ ہے۔ اور چاند کی ہم نے منزلیں مقرر کر دی ہیں، حتیٰ کہ وہ (گھٹتے گھٹتے) کھجور کی پرانی ٹہنی کی طرح (پتلا) رہ جاتا ہے۔ نہ سورج یہ کرسکتا ہے کہ وہ چاند کو جا پکڑے اور نہ رات، دن پر سبقت لے جاسکتی ہے۔ سب اپنے اپنے مدار پر رواں دواں ہیں۔''

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا جبکہ سورج غروب ہو رہا تھا: "جانتے ہو کہ یہ کہاں جاتا ہے؟" انہوں نے جواب دیا: "اللہ اور اس کے رسول ﷺ بہتر جانتے ہیں۔" فرمایا: "یہ جا کر عرش الٰہی کے نیچے سجدہ کرتا ہے اور اجازت طلب کرتا ہے، تو اسے اجازت دی جاتی ہے۔ قریب ہے کہ وہ سجدہ کرے گا مگر قبول نہ ہوگا، اور اسے کہا جائے گا "جدھر سے آئے ہو ادھر ہی لوٹ جاؤ۔" تو وہ مغرب سے طلوع ہوگا۔" [بخاری: بدء الخلق ٦/ ٣٤٢]

٢۔ آپ ﷺ اور قرآن کی حقانیت کی واضح دلیل ہے، آج سائنسدان متفق ہیں کہ دوسرے سیاروں کی طرح سورج بھی گردش کر رہا ہے۔

﴿وقدر فيها اقواتها﴾ [حم السجدة: ١٠] "اور زمین میں اس کی روزیاں اندازہ کر دیں۔"

﴿قد جعل الله لكل شئ قدرا﴾ [الطلاق: ٣] "بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کیا ہے۔"

موت وحیات کا اندازہ: ﴿نحن قدرنا بينكم الموت﴾ [الواقعة: ٦٠] "ہم نے تمہارے درمیان موت کو مقرر کر دیا ہے۔"

مصائب اللہ کے حکم سے آتے ہیں:

١- ﴿ما أصاب من مصيبة إلا باذن الله﴾ [سورة التغابن: ١١] "جو مصیبت بھی آتی ہے وہ اللہ کے حکم سے ہی آتی ہے۔"

مصائب تین طرح کے ہیں:

أ: جو انسان کی اپنی شامت اعمال ہوتے ہیں۔

ب: جن میں اہل ایمان کو آزمائش اور تربیت کے لئے گزارا جاتا ہے۔

ج: اتفاقی حوادث☆: ایسے مصائب مؤمنوں کے لئے گناہوں کا کفارہ اور درجات کی بلندی کا باعث بنتے ہیں۔

☆ اللہ پاک کا فرمان ہے: ﴿ما أصاب من مصيبة إلا باذن الله﴾ نفی اور استثناء حصر پر دلالت کرتا ہے، جس سے "اتفاقی حادثہ" کی اصطلاح غلط ثابت ہوتی ہے۔ اگرچہ انسان کے لئے اکثر و بیشتر واقعات سابقہ علم یا ارادے کے بغیر غیر متوقع طور پر واقع ہونے کی بنا پر "**اتفاقی حادثہ**" محسوس ہوتا ہے۔ لیکن درحقیقت تمام واقعات علم و تقدیر الٰہی کے سو فیصد مطابق ہی انجام پاتے ہیں۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ ہم انہیں "اتفاقاً" کے بجائے "تقدیراً" کہیں۔ لہٰذا اس پیرائے میں پہلے دو اقسام ہی درست ہیں۔ اور یہ دونوں ہی اہل ایمان کے لئے صبر و شکر کی شرط پر کفارہ اور رفع درجات کا ذریعہ بنتے ہیں۔ واللہ اعلم

چونکہ تقدیر سے کوئی چیز ہٹ نہیں سکتی، اس لئے مقدرات کو نوشتۂ الٰہی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ تقدیر کا لکھا بدلتا نہیں ہے۔ پیدائش اور عمر کا ریکارڈ اللہ پاک کے پاس ہمیشہ سے موجود ہے۔

۲. ﴿والله خلقكم من تراب ثم من نطفة ثم جعلكم ازواجا وما تحمل من انثىٰ ولا تضع الا بعلمه وما يعمّر من معمر ولا ينقص من عمره إلا في كتاب إن ذلك على الله يسير ۞﴾ [فاطر:۱۱]
''اللہ نے تمہیں مٹی سے، پھر نطفے سے پیدا فرمایا۔ پھر تمہیں جوڑے جوڑے بنایا۔ جو بھی مادہ حاملہ ہوتی یا بچہ جنتی ہے تو اللہ کو اس کا علم ہوتا ہے، اور کوئی بڑی عمر والا جسے عمر دی جائے یا عمر کم کی جائے تو یہ سب کتاب میں درج ہے۔☆ اللہ کے لئے یہ بالکل آسان ہے۔ پیدائش اور عمر کا ریکارڈ اللہ پاک کے پاس ہمیشہ سے موجود ہے۔''

۳: ﴿ما اصاب من مصيبة في الارض ولا في انفسكم الا في كتاب من قبل ان نبرأها ان ذلك على الله يسير ۞ لكيلا تأسوا على ما فاتكم ولا تفرحوا بما اتاكم والله لا يحب كل مختال فخور ۞﴾ [الحديد:۲۲۔۲۳] ''کوئی بھی مصیبت جو زمین پر آتی ہے یا خود تمہیں پہنچتی ہے، وہ ہمارے پیدا کرنے سے پہلے ہی کتاب میں ہے، بلاشبہ یہ بات اللہ کے لئے آسان ہے۔ اس لیے کہ جو تمہیں نہ مل سکے اس پر غم نہ کرو اور جو اللہ تمہیں دے اس پر اترایا نہ کرو، اللہ کسی بھی متکبر اور فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔'' [سورة الحديد: ۲۲۔۲۳]

i۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: ''اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیر زمین و آسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے لکھ دی تھی۔'' (مسلم، كتاب القدر ۳۰۲/۱۶ = رقم ۱۶)

ii۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کی مدد طلب کرو، اور ہمت ہار کر نہ بیٹھ جاؤ

☆ امام ابن ابی العز نے اس آیت کے معانی میں سلف صالحینؒ کے یہ اقوال بیان کیے ہیں:

(۱) کسی کو زیادہ اور کسی دوسرے کو کم عمر دی جاتی ہے۔ (۲) فرشتوں کو دیے گئے حکم ناموں میں مختلف اسباب کی بنا پر ایک ہی شخص کی عمر میں کمی اور اضافہ کا بیان ہوتا ہے، جس کی طرف ﴿لكل اجل كتاب ۞ يمحو الله ما يشاء ويثبت﴾ میں اشارہ ہے۔ لیکن یہ کمی بیشی لوح محفوظ میں اٹل انداز میں تحریر شدہ ہے۔ جس کے بارے میں اسی آیت میں فرمایا ﴿وعنده أم الكتاب ۞﴾ [الرعد:۳۸۔۳۹]

(۳) اللہ تعالیٰ احکام شریعت میں سے جسے چاہتا ہے مٹا کر دوسرا حکم نازل فرماتا ہے اور جس حکم کو چاہے ہر شریعت میں ہو بہو برقرار رکھتا ہے۔

پھر ابن ابی العزؒ نے سورۃ الرعد کی آیت کے سیاق کی روشنی میں اسی تیسرے معنی کو ترجیح دی ہے۔ [شرح العقيدة الطحاوية (تحت قوله "وضرب لهم آجالا" تخريج الالباني ، ۱۴۴۔۱۴۵]

اگر تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو یہ نہ کہو کہ ''اگر'' میں ایسا کرتا تو ایسے ایسے ہو جاتا، لیکن اس طرح کہو 'قدر اللہ و ما شاء فعل'' یعنی ''اللہ نے جو مقدر کیا اور جو چاہا کر دیا۔'' بلاشبہ لفظِ ''اگر'' شیطان کے کام کا راستہ کھول دیتا ہے۔''
(مسلم: القدر ١٦/٢١٥ رقم: ٣٤)

٣۔ ام المؤمنین ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے دعا کرتے ہوئے کہا: ''یا اللہ! مجھے میرے خاوند رسول اللہ ﷺ، میرے باپ ابوسفیان رضی اللہ عنہ اور میرے بھائی معاویہ رضی اللہ عنہ سے فائدہ اٹھانے دے۔'' (یعنی ان کی عمریں لمبی کر دے) اس پر آپ ﷺ نے فرمایا ''تو نے اللہ سے وہ چیزیں مانگیں' جن کی میعادیں مقرر ہیں، دن معین ہیں اور روزیاں تقسیم ہو چکی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی چیز کو مقررہ وقت سے پہلے نہیں کرے گا، اور نہ ہی اس کے وقت سے دیر میں کرے گا۔ اگر تو اللہ سے یہ مانگتی کہ تجھ کو جہنم کے عذاب سے بچائے یا عذاب قبر سے، تو بہتر ہوتا یا افضل ہوتا۔'' (مسلم: کتاب القدر ١٦/٢١٢۔٢١٤ رقم: ١٦) یعنی عمر اور روزی تو مقرر ہے، جو گھٹ یا بڑھ نہیں سکتی، اس کے لیے دعا کرنا فضول ہے۔ اپنی مغفرت و بخشش کے لئے دعا کرنا بہتر ہے۔ اگر چہ یہ بھی تقدیر میں لکھ دی گئی ہے، لیکن دعا کرنا عبادت ہے اور حدیث مبارکہ میں آیا ہے: ''**ناطہ ملانے سے عمر بڑھتی ہے۔**'' (مسلم: البر ١٦/١١٤) شاید اس سے مراد وہ عمر ہو' جو اس عمل سے اللہ تعالیٰ نے بڑھانا لکھا ہو اور لوحِ محفوظ میں لکھی گئی ہو۔ لیکن جو علم الٰہی میں ہے وہ کم و زیادہ نہیں ہو سکتی۔☆

٤۔﴿ وما كان لنفس ان تموت الا باذن الله كتباً مؤجلا و من يرد ثواب الدنيا نؤته منها ومن يرد ثواب الأخرة نؤته منها و سنجزى الشكرين ۞ وكأين من نبى قتل معه ربيون كثير فما وهنوا لما اصابهم فى سبيل الله و ما ضعفوا وما استكانوا والله يحب الصبرين ۞﴾ [آل عمران: ١٤٥۔١٤٦]

''کوئی بھی شخص اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر کبھی نہیں مر سکتا، موت کا وقت لکھا ہوا ہے۔ اور جو شخص دنیاوی مفادات کی نیت

☆ امام نوویؒ نے اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس مسئلے میں کئی اقوال ہیں، ان میں سے راجح قول یہی ہے کہ یہ ''اضافہ'' عمر میں ''برکت'' کی صورت میں ہوتا ہے۔ یعنی زندگی کے قیمتی لمحات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نیک اعمال انجام دینے کی توفیق ملتی ہے۔
(المنهاج ١٦/١١٤) [عبد الوهاب خان]